Majallah Tahqiq
Research Journal of the
Faculty of Oriental Learning
Vol: 39, Sr.No.110, 2018 pp 79 - 98

مجلہ تحقیق
مجلّہ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۹، جنوری۔مارچ ۲۰۱۸ء، شمارہ ۱۱۰

قصہ مرزا صاحباں (سائیں مولا شاہ مجیٹھوی) کا تجزیہ و تحقیق

☆ ڈاکٹر ثمینہ بتول ☆☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال شاہد

Abstract:

"Sain Mola Shah Majhitwi belongs to 19th century's poets. He wrote numerous folk tales including Mirza Sahiban. In the subject article Sain Mola Shah's folk tale Mirza Sahiban's analysis and research is highlighted. In the article not only social and political circumstances are explained but also impersonate, dialogues, scenography, antecedent and syntax of folk tale are also emphasized."

قصہ کہانی سننا یا سنانا انسان کی فطرت اور تفریحی ذریعہ رہا ہے۔ قصہ کہانی کے ذریعے بزرگ اپنے بچوں کی ذہنی تربیت اور اصلاح کرتے رہے ہیں۔ قصے کی ریت و روایت ڈھیر پرانی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کے دنیا میں آتے ہی قصے کی بنیاد رکھ دی گئی تو غلط نہیں ہوگا۔

ڈاکٹر حفیظ احمد لکھتے ہیں:

''قصے یا کہانی دا مڈھ کیویں بجھا ایس بارے میری ذاتی رائے ایہہ وے پئی جس ویلے حضرت آدم علیہ نوں رب کریم نے جنت وچوں نکلن دا حکم دتا تے اوہ ایس دھرتی دے وسنیک بنے اوس ویلے توں کہانی دا مڈھ بجھ گیا تے اوہدوں توں لے کے ہن تیک ایہدے متعلق واقعات کہانی تے قصے دا روپ اختیار کر رہے نیں تے دنیا دے مختلف خطیاں وچ بے شمار قصے مشہور نیں۔ ایہناں قصیاں، داستاناں تے کہانیاں دے مضمون بندے دے اپنے وڈ وڈیریاں دے گن، کتھا کہانیاں، دیوی دیوتے، جن پری قدرتی بلاواں تے روکاوٹاں دے خلاف لمی کوشش ہوندے نیں۔''(۱)

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور۔
☆☆ صدرِ شعبہ فارسی، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

سائیں مولا شاہ مجیٹھوی انیسویں صدی عیسوی کے قصہ گو شاعر تھے جن کا اصل نام مولا بخش تھا جبکہ فقیری بانا پہن کے سائیں مولا شاہ کے نام سے مشہور ہوئے۔(۲) آپ مجیٹھ ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے اور گورداسپور کے قصبہ کٹڑہ بھنگیاں میں ان کی پرورش ہوئی۔(۳) آپ کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے۔

مولا بخش کشتہ لکھتے ہیں:

''نام مولا شاہ۔ جنم ۱۸۶۷ء قصبہ مجیٹھہ ضلع امرت سر وچ پیدا ہوئے تے پنڈ دھرم کوٹ بگھیاں ضلع گورداسپور وچ پرورش پائی۔''(۴)

اسی طرح ڈاکٹر میاں ظفر مقبول کی گئی تحقیق کے مطابق:

''یہ بات میرے دادا حضرت میاں محمد اسمٰعیل منظر بھی فرمایا کرتے تھے کہ وفات کے وقت آپ کی عمر سو(100) سال سے زائد تھی۔ جن لوگوں نے انہیں آخری ایام میں دیکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ بڑھاپے کی وجہ سے آپ کی بھوئیں ڈھلک چکی تھیں۔ چنانچہ ''پنجابی شاعراں دا تذکرہ'' اور مابعد شائع ہونے والی کتابوں میں درج آپ کا سن پیدائش غلط ہے اور میرے نزدیک صحیح سن پیدائش 1836ء (بول حیدری) ہے ماقبل کتب میں یہ اندراج محض خطاطی کی غلطی ہے۔''(۵)

سائیں مولا شاہ نے چلے بھی کیے اور آپ پر مجذوبیت کی کیفیت طاری رہی۔ آپ نے پنجابی زبان میں کئی قصے لکھے جن میں سسی پنوں، بگا مل بشنو، مرزا صاحباں، ہیر رانجھا اور آرسی نامہ عرف زہرہ مشتری شامل ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے کافیاں، سی حرفیاں اور بارہ ماہ بھی لکھے۔ آپ نے 1944ء میں وفات پائی۔

ڈاکٹر میاں ظفر مقبول لکھتے ہیں:

''آپ نے 5 ستمبر، 1944ء بمطابق ۱۷ رمضان المبارک 1369ھ، 21 بھادوں 2001 بکرمی بروز منگل وصال پایا۔''(۶)

پنجابی کے رومانوی قصوں میں ہیر کے بعد مرزا صاحباں کے قصے کو شہرت ملی۔ سائیں مولا شاہ مجیٹھوی نے مرزا صاحباں کے قصے کو دوسرے شاعروں کی نسبت تفصیل سے بیان کیا۔ اس قصے کا خلاصہ اس طرح ہے کہ ونجھل کھرل دانا باد کے علاقے کا سردار تھا جس نے خان مرزا کھرل کی پیدائش پر خوشی کا اظہار

کیا۔ مرزے کے چار بھائی اور بھی تھے جس میں سردول، خان، پرجا اور سرجا شامل تھے جبکہ ان کی ایک بھین چھتی تھی۔ خان سیال کا گاؤں کھیوا دانا باد سے دور تھا۔ اس کی بیٹی صاحباں پیدائشی حسین و جمیل تھی۔ مرزے کی ماں اپنی بھتیجی کی پیدائش پر کھیوا جاتی ہے لیکن بدقسمتی سے ونجھل کھرل خود بیمار ہو کے مر جاتا ہے۔ مرزے کی ماں ونجھل کا چالیسواں کروا کے اپنے میکے چلی جاتی ہے۔ مرزے کا ماموں اس سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔

مرزا اور صاحباں مسجد میں مل کر پڑھتے ہیں۔ جب وہ بالغ ہوتے ہیں تو ان میں محبت ہو جاتی ہے۔ کہاوت ہے کہ عشق اور خوشبو چھپ نہیں سکتے۔ مرزا اور صاحباں کی محبت کا علم ہونے پر اس کی ماں اسے اپنے باپ اور بھائیوں سے ڈراتی ہے۔ جب مرزا گھر واپس آتا ہے تو اسکی ممانی یعنی صاحباں کی ماں اسے طعنے دے کے گھر سے نکال دیتی ہے۔ مرزا صاحباں کی جدائی کی وجہ سے روتا ہے اور خودکشی کرنے کے بارے میں سوچتا ہے۔ وہ خودکشی کرنے کے لیے پھانسی لینے لگتا ہے کہ پنج پیر نہ صرف اسے بچاتے ہیں بلکہ اسے یقین بھی دلاتے ہیں کہ صاحباں تمہیں خود اپنے پاس بلوائے گی۔ پنج پیر اسے گھوڑی (بکی) بھی دیتے ہیں۔

صاحباں کی بھابھی اس کے بھائی شمیر کو اس کی محبت کے بارے میں بتاتی ہے۔ خان شمیر اپنے باپ اور بھائیوں سے صاحباں کا رشتہ طے کرنے کی صلاح کرتا ہے۔ اس مقصد کے لئے نائی کو رشتہ کروانے کے لئے بھجوایا جاتا ہے۔ نائی صاحباں کا رشتہ طاہر چدھڑ سے کر کے واپس آتا ہے تو اسے اونٹنی انعام میں دی جاتی ہے۔ صاحباں کی شادی کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ صاحباں برہمن کے ذریعے مرزے کو خط بھجواتی ہے اور اسے کھیوا آنے کی تاکید کرتی ہے۔ مرزا کھیوا جانے لگتا ہے تو اسکی ماں اور بہن اسے روکنے کی بہت کوشش کرتی ہیں لیکن وہ شکار کا بہانہ کر کے وہاں سے چلا جاتا ہے۔ صاحباں کی بارات پہنچنے پر اسے مائیوں بیٹھا دیا جاتا ہے۔ مرزا ماسی بیبو کی مدد سے صاحباں کو دانا باد لے جانے کا فیصلہ کرتا ہے۔ ہے۔ مرزے کو راستے میں فیروز ڈوگر ملتا ہے جو اسے روکتا ہے پر مرزا اسے مارتا ہے جس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔

مرزا سفر کی تھکان اور بھوک مٹانے کی غرض سے جنڈ کے درخت کے نیچے رکتا ہے۔ صاحباں اس کی منتیں کرتی ہے پر وہ نہیں مانتا۔ وہ گوشت کھاتے ہیں اور شراب بھی پیتے ہیں۔ دونوں عشق و مستی کرتے سو جاتے ہیں۔ فیروز ڈوگر ہوش میں آتے ہی کھیوے پہنچ کر صاحباں کے گھر والوں کو اطلاع دیتا ہے۔ وہ سبھی صاحباں کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ جنڈ کے درخت کے نیچے وہ مرزا تیر مار کے قتل کر دیا جاتا ہے۔ بعد میں صاحباں کا بھائی شمیر اسے بھی مار دیتا ہے۔ بکی (گھوڑی) دانا باد پہنچ کر مرزے کے گھر والوں کو بتاتی

ہے۔اس کی بہن اور بھائی آہ وزاری کرتے ہیں۔راء رحموں کو اطلاع دی جاتی ہے۔را رحموں چھ ہزار گھڑ سواروں کھیوا پر حملہ کر کے سیالوں کو نہ صرف مارتا ہے بلکہ شہر کو آگ بھیلگوا دیتا ہے۔

شعری ریت روایت کے مطابق سائیں مولا شاہ نے قصے کا آغاز حمد وثنا سے کیا ہے۔انہوں نے قصے میں اصحاب، غوث الاعظم حضرت عبدالقادر جیلانی اور نوشہ گنج قدس سرہ العزیز کیبھی مدح بیان کی ہے۔ مرزا صاحباں کا قصہ سائیں مولا شاہ نے عاشق لوگوں کی فرمائش پر لکھا۔

شائقاں عاشقاں لوکاں فرمائش کیتی مرزے صاحباں دا نواں بنا قصہ ؎
کہیا یاراں بجھارت پا عارفاں نوں آپے دین گے ونڈ ونڈا حصہ(۷)

کردار نگاری کسے بھی قصے کی بنیادی خوبی ہے۔مرزا صاحباں میں بیان کئے گئے کردار پنجاب رہتل کی عکاسی کرتے ہیں جو کہ بات چیت اور عمل کے ذریعے سامنے آتے ہیں۔

زہرا معین لکھتی ہیں:

''انتہائے لطیف کی کوئی اور قسم یا قصے یا واقعے کی کوئی منظوم صورت جن فرضی یا حقیقی سیرتوں کا ذکر آتا ہے انہیں کردار کہا جاتا ہے اور ان سیرتوں کی تخلیق کردار نگاری کا فن کہلاتا ہے۔''(۸)

مرزا اور صاحباں قصے کے مرکزی کردار ہیں جو کہ قصے میں آغاز سے انجام تک موجود رہتے ہیں۔ مولا شاہ سائیں نے قصے کو تفصیل سے بیان کرنے کے لئے کئی ثانوی کردار بھی بیان کیے ہیں جن میں ونجھل جٹ، مرزے کی ماں، صاحباں کی ماں، صاحباں کی بھابھی، شمیر، سردول، سرجا، نائن (صاحباں کی سہیلی)، نجومی، برہمن گوراں دتہ، ماسی بیبو، فیروز ڈوگر اور بکی شامل ہیں۔ قصے کا مرکزی کردار حسین وبہادر ہے۔ وہ صاحباں سے عشق کرتا ہے اور نبھاتا بھی ہے آخر کار محبت کی خاطر اپنی جان بھی قربان کر دیتا ہے۔مرزے کی موت کا ایک سبب اسکا خود پر بے حد اعتماد اور بھروسہ تھا۔وہ جنڈ کے درخت کے نیچے آرام کی غرض سے رکتا ہے جبکہ صاحباں اسرار پر وہ اسے کہتا ہے:

کھرل آکھدا کتھے دھیان تیرا میرا نام مرزا تیرا یار سائیں ؎
چندھڑ سیال توڑاں چناں وانگ بھلاں دارے کٹک وڈاں وارو وار سائیں(۹)

قصے کا دوسرا مرکزی کردار صاحباں کا ہے جو حسین وجمیل تھی۔اسکا کردار سامنے رکھتے ہی پنجاب

کی الھڑ مٹیار کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔صاحباں بھی اپنی محبت میں ثابت قدم رہتی ہے اور آخر کار اپنی جان بھی قربان کر دیتی ہے۔پیلو اور حافظ برخوردار کے بیان کیے گئے قصوں کے مطابق صاحباں کی محبت پر اسکے بھائیوں کی محبت غالب آجاتی ہے پر سائیں مولا شاہ کے قصہ میں بتایا گیا ہے کہ جب سیال اور چندھڑ مرزا صاحباں کو مارنے کیلئے پہنچتے ہیں تو صاحباں شرم کی وجہ سے کپڑے سے اپنا چہرہ چھپالیتی ہے جیسے:

ے شرماکے صاحباں نے مونہہ چھپالیا پہلاں مرن توں مری کنگال یارو(۱۰)

مولا شاہ سائیں نے اس قصہ میں نوکر کو برہمن گوراں دتہ کے نام سے متعارف کروایا ہے جبکہ پیلو اور حافظ برخوردار کے قصے میں اس کردار کا نام کرموں باہمن لکھا گیا ہے۔مولا شاہ سائیں نے پیلو کی طرح ماورائی کردار کو بکی لکھا ہے جبکہ حافظ برخوردار کے قصے میں اس کردار کو نیلی بتایا گیا ہے۔مرزا صاحباں کا قصہ چونکہ قبائلی سماج سے تعلق رکھتا ہے اس لئے موکر کے کردار جیسے برہمن گوراں دتہ اور ماسی بیبو کو لالچ دے کے آسانی سے کوئی بھی کام کروایا جاسکتا ہے۔صاحباں برہمن گوراں دتہ کو لالچ دے کر مرزے کو خط بھجواتی ہے جبکہ ماسی بیبو کو پیسے دے کے مرزا صاحباں کو اس کی شادی والے دن اغواء کرواتا ہے۔

کرداروں کے درمیان ہونے والی گفتگو کو مکالمہ کہا جاتا ہے۔مکالمے کرداروں کی عمر اور مزاج کے مطابق ہونے چاہیں۔وکی پیڈیا پر کی گئی تعریف کے مطابق:

> "Dialogue (Sometimes spelled dialog in American English) is a written or spoken conversational exchange between two or more people, and a literary and theatrical form that depicts such an exchange." (11)

شاہ مولا سائیں نے اپنے اس قصے میں مکالماتی انداز اختیار کیا ہے جس کی وجہ سے ڈرامے کا تاثر ابھرتا ہے۔قصے میں کہیں کہیں مکالمے لمبے بیان کیے گئے ہیں جیسے صاحباں اور اسکی ماں کے مکالمے، صاحباں اور اسکی بھابی کے مکالمے، مرزے کی اس کی ماں کے ساتھ مکالمہ نگاری، صاحباں اور قاضی کے مکالمے۔شاعر نے شعری بند کی صورت میں پہلے ایک کردار سے بات کروائی ہے پھر دوسرا کردار اس کا جواب اسی طرح دیتا ہے جیسے صاحباں کی بھابی اسے کہتی ہے۔

ے ئلے پڑھئے ہوئے حرف نحو قاعدے پڑھیں نت قرآن بن مسلیئے نی

ہنڈایا یار توں رج کے وچ گھر دے انی کھچ ییٔے محلیٔے ڈھیلیٔے نی (۱۲)

صاحباں اپنی بھابی کو اس طرح جواب دیتی ہے۔

؎ بھابھو منڈے کڑیاں نکلن رناں وچوں علم عربی قاعدے نحو صرف وچوں

بھابھو چنگا لڑائی دا علم تینوں جفر قاعدہ کڈھیں حرف حرف وچوں (۱۳)

قصے میں جذبات نگاری کے عنصر سے کرداروں کی سوچ، مزاج اور رویے کو بیان کی جاتا ہے۔ مرزا کے قتل کی اطلاع پر اس کی بہن کی ہیجانی کیفیت کو مولا شاہ سائیں نے اس طرح بیان کیا ہے:

؎ سر پاڑیا ٹکراں مار چھتی رو رو کوڑا سر تے ساہ گھت لئی

بانہواں کھڑیاں کر کے سر مونہہ پھٹ لیا بھن چوڑیاں نکوں لاہ نتھ لئی (۱۴)

منظر نگاری کے بغیر قصے کی تکمیل ناممکن ہے کیوں کہ منظروں کے ذریعے قصے کے واقعات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ شاعر کو منظر نگاری کے ذریعے لفظی تصویریں اس طرح بیان کرنی چاہییٔکہ تمام منظر آنکھوں کے سامنے گھوم جائے۔ سائیں مولا شاہ نے صاحباں کی بارات کی روانگی پر طاہر اور اس کے گھر والوں کی خوشی کی منظر نگاری اس طرح بیان کیا ہے:

؎ چڑھیا گھوڑی اتے طاہر بنھ سہرے اگوں واگ پھڑی بھیناں آئیکے جی

اک اٹھ دتا بھیناں ہور مہراں تریا ژگن شگوں منائیکے جی (۱۵)

قصہ میں زبان و بیان کی اہمیت سے انکار نہیں کی جا سکتا۔ مولا شاہ سائیں نے اس قصہ کو پنجابی زبان میں بیان کیا ہے پر اس میں دوسری زبانوں جیسے عربی، فارسی اور انگریزی لفظوں کو بھی استعمال کیا گیا ہے جیسے:

ع چھیویں کن میثاق توں رکھ چکھے اَنَا اَنَا اَنْتَ اَنْتَ زبان عرب ہے نی (۱۶)

ع ٹو میڈ میڈم زبان انگریزی ہے جی علم بناں شکایت کیہ صفت ہے جی (۱۷)

قصہ کی ریت روایت کے مطابق شعری بندوں کے عنوانات فارسی میں لکھے گئے ہیں جیسے:

در بیان روان شدن مرزا بطرفِ سیال کھیوے (۱۸)

در بیان آمدن مرزا بخانۂ ماسی بیبو سیال (۱۹)

قصے میں بارہا صنعت تلمیح استعمال کی گئی ہے جیسے قصے میں مقولہ شاعری کے زیرِ عنوان تقریباً ہر شعر میں تلمیح کا ذکر کیا گیا ہے:

ے شداد خودی مروایا معلوم سبھ نوں فرعون دریا ڈبایا جی
بابل کھوہ وچ خودی فرشتے گھتے نمرود مچھر دے کولوں مروایا جی (۲۰)

اسی طرح شاعر نے بارہا ہندی تلمیحات کا حوالہ بھی دیا ہے جیسے کیرو پانڈو کے درمیان ہونے والی لڑائی کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

ے ڈاڈھا جنگ ہویا کیرو پانڈواں دا اک اک دے دو دو چار کیتے
حال سسی پنوں، سوہنی، ہیر لیلیٰ عشق ورگی جویں مجنوں بیمار کیتے (۲۱)

قصہ لکھتے ہوئے شاعر نے وارث شاہی بحر استعمال کی ہے۔اسی طرح شاعر نے قصے میں صنعت تکرار بھی بیان کی ہے جیسے:

ے کل بیو گھر بیٹھا سی کھیوے مرزا اج پاس تیرے جنڈ ہیٹھ ہے نی
کل کل دا نام اک دیسی منٹھی ہوندا کال وچ بانیا سیٹھ ہے نی (۲۲)

سائیں مولا شاہ نے بارہ ماہ صنف کے ذریعے صاحباں کے ہجر،فراق اور جدائی کا ذکر کیا ہے جیسے:

ے ماگھ میرے نال ہوندی جو یاد مینوں خبرے ہوندی کیہ مترا نال تیرے
جلدی آمڑ کھیوے آمرزیا وے مہنے مار دے یار سیال تیرے (۲۳)

سائیں مولا شاہ نے قصے میں بارہا اکھان و محاورے بھی استعمال کیے جیسے:

ع مولا قہقہہ دیوار جھاتی پاوے نہ جادو گراں دا پیر زرتشت ہے جی (۲۴)

ع ادھل گئیاں نوں داج نہ کوئی دیندا بدرقے بناں راہی راہ بھلدا وے (۲۵)

سائیں مولا شاہ نے اپنے اس قصے میں قرانی آیتوں کے حوالے بھی دیئے جس سے ان کی قرآن پاک پر مکمل طور پر دسترس ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔قاضی شریعت کی وضاحت قرآنی حوالے سے اسی طرح بیان کرتا ہے۔

؎ لَا تَقرَبو الصَّلوٰۃ وَاَنتُم سُکارا کیہا جائز نماز نہ نشے وچ آن میاں (۲۶)

اسی طرح ایک اورجگہ بیان کیا گیا ہے۔

؎ مَن عَرَفَ پچھان کر سائیں مولا پھر کہڑی گلوں جٹا بھلدا وے (۲۷)

شاعر نے قرآنی آیتوں کے علاوہ حدیثوں کے حوالے بھی دیئے جیسے:

؎ کُنتُ کنزاً مَخفیاً جو باتاں ربی اوہناں کوئی نہیں واقف کار ہے جی (۲۸)

فلسفہ وحدت الوجود کا ذکر شاعر نے اس طرح کیا ہے۔

؎ مسئلے فرض کیتے تیرے بیچ میاں مسمیٰ باجھ خدا دس گل ہے کیہ
جدھیاں جڑھاں اسمان نہ وچ دھرتی اوہ دس میاں سانوں ول ہے کیہ (۲۹)

سائیں مولا شاہ نے قصے میں بار ہا حکمت ودانائی کی باتیں بھی بیان کیں جوان کے علم کا مونہہ بولتا ثبوت ہیں۔اوہنوں نے مختلف عنوانات پر مضمون شعری پیرائے میں بیان کیے جس طرح مقولہ شاعر کے عنوان پر ظلم وستم کے موضوع کو خوبصورتی سے بیان کیا۔منصور بن حلاج اور سرمد پر ہونے والے ظلم کو اس طرح بیان کیا ہے:

؎ منصور کیہڑی گلوں پھڑ کے سولی دتا کیتا ظلم اوہدا مسکران اتے
سروڈ سرمد تے ظلم کیتا ڈنڈ شرع دا مست نادان اتے (۳۰)

زبان کسی بھی قوم کی شناخت کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے جذبوں کی ترسیل کا اہم وسیلہ ہے۔حقیقت ہے کہ دنیا کے خطے میں مختلف قومیں آباد ہیں جن کی زبانیں بھی مختلف ہیں۔شاعر نے مقامی اور غیر مقامی قوموں کی زبانوں کے بارے میں نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے جیسے:

؎ عمرانی، روسی، رومی، دکھن، پورب، بنگال، مدارسی ترکی زبان سخت ہے جی
علم پنڈتاں برہمناں شاستری دا اکاش دھرتی براہمنڈی جگت ہے جی (۳۱)

سراپا نگاری یعنی جسمانی اعضاء کی تعریف بیان کرنے کی ریت روایت پہلی بار فارسی مثنوی میں شروع ہوئی۔ابوالاعجاز حفیظ صدیقی لکھتے ہیں:

''عشقیہ مثنویوں (اور نثر میں عشقیہ داستانوں اور ناولوں) میں بھی سراپا نگاری کی گنجائش ہیروئن کے بیان میں لازماً موجود ہوتی ہے اور لکھنے والے اس گنجائش سے اپنے ذوق اور استعداد کے مطابق فائدہ بھی اٹھاتے ہیں۔'' (۳۲)

سراپا نگاری کو حافظ برخوردار نے پہلی بار اپنے قصے مرزا صاحباں میں بیان کیا۔ سائیں مولا شاہ نے بھی اپنے قصے میں صاحباں کی سراپا نگاری بیان کی جیسے:

؎ بن دندا سیوں سرخ لب صاحباں دے گلاں لاڈلیاں موتی پروندیاں نی
دند جٹی دے چنبہ سفید چٹے ناز وادیاں ہس دل کھوہندیاں نی (۳۳)

سائیں مولا شاہ کے قصے میں حقیقت نگاری کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے جیسے:

؎ بدل جدوں کدی ٹھہ ٹھہ بہن بہ وسن پانی نیویں پاسے سارے ویہنے جی (۳۴)

مقولہ شاعر کے عنوان سے قصہ گو شاعروں نے اقوال اور دانائی بیان کی جس سے قاری زندگی گزارنے کا طریقہ سیکھ لیتا ہے۔ مقولہ شاعر کے حوالے سے شاعری پہلی مرتبہ حافظ برخوردار نے اپنے قصہ مرزا صاحباں میں بیان کی۔ سائیں مولا شاہ نے اس قصے میں بارہا کسی واقعے کی تمہید کے طور پر یا عقل ودانائی کی باتیں مقولہ شاعر کے زیرِ عنوان بیان کی ہیں جیسے صاحباں کی شادی پر تیاری کے موقعے پر صاحباں کی حالتِ زار اس طرح بیان کی گئی ہے۔

؎ انگاں ساکاں وچ دتیاں گھل گنڈھاں تاریخ دس کے متھیا جو وار یارو
مولا شاہ سیال شادی وچ رجھے صاحباں جٹی تے وقت قہار یارو (۳۵)

سائیں مولا شاہ نے مرزا صاحباں کے اس قصے میں واقعات کو تسلسل سے بیان کیا ہے۔ پہلے ایک واقعہ بیان کیا پھر دوسرا واقعہ بیان کیا اور واقعہ بیان کرنے سے پہلے اگلے واقعے کی تمہید بیان کی جیسے قصے کا آغاز دانا باد میں ونجھل خان کی سرداری اور مرزے کی پیدائش سے کیا گیا پھر سیالوں کے گاؤں کھیوے اور صاحباں کی پیدائش کا ذکر کیا۔

؎ ملاں بانگ دتی رکھیا نام صاحباں چڑی سونے دی رنگ محل دی جی
گلاں کرن گواہنڈناں کڑی جمی پلی پوسی جیویں شیہنی جھل دی جی (۳۶)

قصے میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے شاعر نے جمادات اور نباتات کے مست ہونے کو اس طرح بیان کیا ہے:

ع جمادات سن کے راگ مست ہوئے سبحان اللہ آکھن نباتات یارو (۳۷)

قصہ شاعری میں ماحول کی عکاسی بہت ضروری ہے۔ مولا شاہ صاحب نے اس قصے میں پنجاب رہتل کی بھرپور تصویر کشی کی ہے۔ حقیقت میں شاعر قصہ لکھتے ہوئے دراصل اپنے دور کے وسیب سے آگاہی دیتا ہے۔ اس رومانوی قصے کے ذریعے مولا شاہ نے پنجاب وسیب کی پرانی روایت کے مطابق مذہبی پہلو نمایاں طور پر بیان کیا۔ اس دور کے سماج میں مسلمان اور ہندو اکٹھے آباد تھے۔ مسلمان بچوں کو تعلیم مسجدوں میں دی جاتی تھی، انہیں قرآن پاک کے علاوہ علم فقہ اور حدیث پڑھائی جاتی تھی جیسے:

ے نڈھے نڈھیاں پڑھن وچ مسجداں دے علم فقہ حدیث پڑھاندے نجی (۳۸)

اسی طرح جب مرزا اور صاحباں عشق کا اقرار کرتے ہیں تو وہ رب اور رسول ﷺ کو ضامن بناتے ہیں۔

ے ضامن مرزے نے رب رسولؐ دتا صاحباں رکھیا ہتھ قرآن اتے

پکے دوہاں نے قول قرار کیتے شاہد ہوئے فرشتے اسمان اتے (۳۹)

کسی بھی کامیابی کے لئے پیروں فقیروں کی منتیں مانی جاتی تھیں۔ جب مرزے کو شکار سے واپسی پر گھر آتے دیر ہو جاتی تو صاحباں منت مان لیتی جیسے:

ے شکار کھیڈن گئے کدی اندھیرا ہووے روندی کرے نہ صبر قرار جٹی

پیر شہید دے چورمے پئی سکھے دیوے خضر سکھے خاطر یار جٹی (۴۰)

اسی طرح جب صاحباں کی شادی کے دن مقرر کر دیئے گئے تو وہ بذریعہ خط مرزے کو کھیوا آنے کا پیغام دیتی ہے۔ اسکی بارات پہنچتی ہے تو وہ مرزے کے کھیوے پہنچنے کے لئے کئی بزرگوں کی منتیں مانتی ہے جن میں پیر پنجال، یارہویں کے پیر، خواجہ خضرؑ، پیرادہی، پیر پرنالا، پنج پیر، اکبر محی الدین، نوشہ گنج بخش، بابا فرید، معین الدین خواجہ، ریشمالی پیر، شاہ مدار، داتا گنج بخش اور سچے صاحب شامل ہیں۔

ے پیرا اوہی دیا اوہی ہوصدقے دیواں سونا نیارا کردے ریت چھٹ دے وے
روٹ مناں تیرا پیر پر نالا صاحب ورکھا اوڑ کر کھیت بھرسٹ دے وے (۴۱)

اسی طرح ایک اور جگہ اس طرح لکھتے ہیں:

ے پنج پیر صاحب ظاہرا پیر جی ہین اتے کوکانکھڑی تساں ہٹ دے وے
باطن وچوں کرو ظاہر خان مرزا دانا باد وساں نال جٹ دے وے (۴۲)

توحید شرع کے بارے میں عام لوگ کم ہی جانتے تھے اس لئے وہ گاؤں کے عالم فاضل قاضی سے دین کے مسائل کے بارے میں پوچھتے تھے جیسے:

ے معمے عدم مطلق عقدے توحید شرع کولوں پچھ نہ تارک الترک دے جی
پچھ پر مہنت پنڈت عارفاں توں قاضی سبق دس سرگ نرگ دے جی (۴۳)

قصے کے آخر میں جب مرزا صاحباں کے مرنے کی خبر مرزا کے گھر والوں کو ملتی ہے تو اس موقع پر شاعر نے کربلا کے دکھانت کا ذکر کیا ہے۔

ے شاہ حسینؓ جیوں حسینؓ سی سوگ ماتم کیتا تیویں کھرل دی سوگ مناوندے جی
نجف وچ جیوں حنفےؒ ماتم کیتا تیویں کھرل کالے لیڑے پاوندے جی (۴۴)

اس معاشرے میں چونکہ مسلمان ہندوؤں کے ساتھ رہتے تھے اس لئے شاعر نے کئی بار ہندوؤں کے دیوتاؤں کا ذکر بھی کیا ہے جیسے:

ے اک ٹھاکر تے دوجا پوجن والا رام دوجے نال راون لڑایا وے
برہما اک شوجیگور دی دوسری ہے اک سرگ دوجا نرگ تایا وے (۴۵)

شاعر نے قصے کے ذریعے پنجاب کی تین ذاتوں کا ذکر کیا ہے جن میں کھرل، سیال اور چدھڑ (جٹ) شامل تھے۔ کھرل اور سیال گنجی بار کے علاقے میں آباد تھے اور سردار کہلاتے تھے۔ مرزے کا باپ ذات کا جٹ کھرل دانا باد کا رعب دار چودھری تھا ایسے ہی سیال کھیوا کا چودھری تھا جیسے:

ے اک گراں سیالاں دا نام کھیوا دانا آباد تھیں نال ہے فرق دے جی
کھیوا خان سردار اوس پنڈ دا جی ڈیل ڈول وانگوں شکل ترک دے جی (۴۶)

برہمن، نائی اور مراثی ان لوگوں کی خدمتیں کرتے تھے۔ جب صاحباں کی بارات آتی ہے تو مراثی لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

ے چنگیراں والے کڈ نوالے ہتھ دھواوے درجے بدرجے دتے گن لاگ ہے جی
جوائی کھیوے دا طاہر نوں لوک سدن صاحباں جٹی دا مرزا سہاگ ہے جی (۴۷)

پنجاب کے جوان لڑکے اور لڑکیاں لنگیاں اور رومال باندھتے تھے جیسے:

ے دانا آباد گراں اک بار اندر نڈھے نڈھیاں سوہنے اس تھاوندے جی
لاچے لنگیاں بھنن بندیل پٹکے چھتے چھلیاں دار سوہاوندے جی (۴۸)

بچوں کو کڑے اور تعویز پہنائے جاتے تھے جیسے:

ے گل ودھاوے ہتھیں کڑے سونے دے جی کھچڑ کھیڈے ماں کھرل غمخوار دے جی
ستارہ جٹ دا قمر مریخ چمکے دیکھ پاپ چھٹر دے گہنگار دے جی (۴۹)

ایسے ہی جب صاحباں پیدا ہوتی ہے تو سنار بلا کر اسے زیورات بنانے کی تاکید کی جاتی ہے۔ گاؤں میں عورتیں صبح سویرے ہی کام کرنا شروع کر دیتیں یعنی چکی پیسنا، مدھانی سے مکھن نکالنا، پاتھیاں لگانا اور چرخہ کاتنا اس وقت کی خواتین کے کام کاج تھے جیسے:

ے کوئی پونیاں جوٹھیاں کتن لگی ماہل اٹکدی تے چرخہ ٹھلدی جی
امرت ویلے کھتریٹیاں نہاون گئیاں رام رکھی بھر لئی گڑوی جلدی جی (۵۰)

مرد کھیتوں میں کام کرتے، کاشتکاری ان کا پیشہ تھا۔ وہ کھیتوں میں ہل چلاتے۔ نوجوان جانور چراتے اور بیلے میں نیزے بازیاں کرتے۔ جس طرح صاحباں کے بھائی میر شمیر جنگل میں شکار کھیلنے جاتے جیسے:

ے پیار بہت سی میر شمیر دا ایہہ سرنیواں رذیل حقیر یارو
تے شکار کھیڈن چڑھکے گھوڑیاں تے ہرناں مارن نشانڑے تیر یارو (۵۱)

پنجاب وسیب میں لوگ خوشی و غمی کے موقعوں پر رسموں کی ادائیگی کرتے۔ بچوں کے پیدا ہونے پر خوشی کا اظہار کیا جاتا خاص طور پر لڑکے کی پیدائش پر لوگ شکر اور چینی تقسیم کرتے جیسے مرزا کی پیدائش پر مراسی ناچتے ہیں تو انہیں چادریں، چاندی کے ٹکڑے اور پیسے دیئے جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ معاشرے کے لوگ لڑکے کی پیدائش پر خوشیاں مناتے ہیں اور لڑکیوں کی پیدائش اچھی نہیں سمجھی جاتی۔

ے پت جے گھر کسے دے خوشی سارے جی خوش ہوندا چھوٹے وڈیاں دا
دھی جے تے ہون بیزار سارے جی برا ہوندا بڈھے بڈھیاں دا (۵۲)

مسلمان بچوں کی پیدائش پر ان کے کان میں اذان دی جاتی۔ بچوں کے بال اتروانے کے بعد عقیقے کی رسم کی ادا کی جاتی۔

ے چھٹی نہا اکیسواں نہا لیا چھلا صاحباں دی ماں نہاوندی جی
ریت رسم وڈ وڈیریاں دی نائی سد کے جھنڈ لہاوندی جی (۵۳)

لڑکے لڑکیوں کے رشتے نائی کرواتے اور انہیں انعام بھی دیئے جاتے جیسے نائی طاہر چدھڑ سے صاحباں کی بات طے کرواتا ہے تو اسے اونٹنی انعام میں دیتے ہیں۔ شادی کے موقع پر خوشی کا اظہار کرنے کیلئے لوگ اکٹھے ہوتے۔ بارات کے ساتھ باجے بجائے جاتے۔ لڑکی والے باراتیوں کے لئے کھانے کا انتظام کرتے۔ اس کے علاوہ خوشی کے گیت گاتے ہوئے مذاق کیا جاتا جیسے:

ے رل کے رات نوں گھوڑیاں گاؤندیاں رناں گیت اک تو اک سوایا ای
بن بن سانگ مخول تے کرن ٹھٹھا اک دوجی نوں دوجی ہسایا ای (۵۴)

لڑکے اور لڑکی کو گانا باندھا جاتا اور تیل کی رسم بھی کی جاتی۔ ایسے ہی کھڈ کنے اور تلکن کی رسم بھی ادا کی جاتی جیسے:

ے اودھر کڑیاں نے سدیا طاہر لاڑا کھیڈن تلکناں اتے کھڈ کنے جی
غیر جنس نال ناہیں منصوبے ہوندے اوتھاں بھار نہ کھوتیاں چکنے جی (۵۵)

کسی بھی شادی کے موقع پر خواتین بن سنور کر شریک ہوتیں جیسے:

ے دوپٹے برہمناں اپڑسنتی لے کے رام لٹ پرمیشر بھر مانڈیاں نی
مالزادیاں سرمہ پاواہ پٹی ستھن چوڑیاں دار سوانڈیاں نی (۵۶)

لڑکے والے بری دکھاتے جس میں کپڑے اور زیورات شامل ہوتے۔ جدھڑ صاحباں کی بری دکھاتے ہیں تو سارے لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔ جیسے:

ے دوپٹے کڑتیاں تیورے رنگ برنگی سنجاف سوہنی لگے وچ ہری پارو
سوہنے زیور چمکن چاندی چمک مارے چمکے برق جیوں عرش بری یارو (۵۷)

ایسے ہی لڑکیوں کو ماں باپ کی طرف سے ملنے والا جہیز بھی گاؤں والوں کو دکھایا جاتا ہے۔ شادی کے موقع پر ننھیال کی طرف سے سامان اور زیور کپڑے دینے کا رواج تھا۔

ے نانکی چھک پلنگ پیڑھا اکی بھانڈے اٹھ گھوڑا سرنگ کمید یارو
تھان حلوان بخارا دی سوسیاں جی نالے پٹ دے قید بے کید یارو (۵۸)

وفات پر دکھ کا اظہار کرنے کیلئے گاؤں کے سب لوگ اکٹھے ہوتے جس طرح مرزے کی موت کے بارے میں سن کر اسکی ماں اور بہن آہ زاری کرتیھیں۔ پیغام رسانی خطوط کے ذریعے کی جاتی جیسے صاحباں برہمن کے ذریعے مرزے کو خط بھیجتی ہے۔ اسی طرح سفر اونٹھوں پر کیے جاتے۔

ے اوٹھاں والے بلوچ وی آن پہنچے سنا ڈٹھا جو حال سناوندے جی
پگاں لاہ کے زمین تے کھرل سٹن نعرے مار دے دھرت ہلاوندے جی (۵۹)

اس وقت بھی رشوت دینے کا عام رواج تھا جیسے صاحباں برہمن کو رشوت دے کر مرزے کی طرف خط بھجواتی ہے۔ اسی طرح مرزا ماسی بیبو کو رشوت دے کر صاحباں سے ملاقات کرتا ہے۔ صاحباں کو اغواء کروانے میں ماسی بیبو کے ساتھ ایک مراثن حسو بھی شامل ہوتی ہے۔ مرزا اسے بھی پیسے دیتا ہے جیسے:

ے بیبو نال سی حسو دی راز داری ستی اپنی قسمت جگا گئی
مہراں ست لے کے بوہت خوش ہوئی سیساں ست کر مرزے وڈیا گئی (۶۰)

ہندوؤں میں رہنے کی وجہ سے رسم ورواج کے علاوہ مسلمانوں میں توہم پرستی اور شکوک وشبہات کا رواج ہویا کوئی بھی کام کرنے سے پہلے شگون لئے جاتے۔ اگر کام اچھائی پر انجام پذیر ہوتا تو اچھا شگون گردانا

جاتا۔ اگر کام برا ہوتا تو برا شگون مانا جاتا۔ جب مرزا صاحباں کو کھیوے ملنے جانے لگتا ہے تو اسکی ماں اپنے برے خواب کا ذکر کرتی ہے۔

ے تیرا چھلا کمان داٹٹا ڈٹھا میری مندری دا ڈگا نگ بچا
ونجل چودھری دا جیہڑا دیوان خانہ پائی چھت اوہدی ہویا مگھ بچا (۶۱)

اسی طرح صاحباں گھوڑی پر بیٹھنے لگتی ہے تو اسکی چوڑی ٹوٹتی ہے جیسے:

ے جٹی چڑھی بیلے امر تارا ٹٹا روشن چانن ہویا مٹے تارے دا ای
نال ہنے دے وچ کے ونگ ٹٹی ہجو کا صاحباں نوں لگا بلورے دا ای (۶۲)

کسی بھی کام کی تحقیق کیلئے نجومیوں کے پاس جانے کا عام رواج تھا جیسے جب مرزا دانا باد واپس جانے لگتا ہے تو صاحباں اسکی جدائی میں پریشان ہوتی ہے۔ اسکی سہیلی نائن اسے نجومی سے فال نکلوانے کا مشورہ دیتی ہے جیسے:

ے گلاں کردیاں کن آواز پئی تیری رمل کڈھا لوؤ فال کوئی
گھڑی خیر دی نیک آواز سدا دلیل وچار دا پچھ لوؤ حال کوئی (۶۳)

سیاسی حالات کسی بھی سماج کے بننے اور بگڑنے کا سبب بنتے ہیں۔ سائیں مولا شاہ نے قصے میں بارہا حکمرانوں اور پنجاب کے ہیرو کا ذکر کیا ہے جیسے:

ے سلطان محمود پنجاب لٹ بت توڑے چلدے مٹھ نہ ملی چورونی جی
دھرتی دولت نہ مولا شاہ گھن لگا خلقت پدماں ہو گئی پر ہونی جی (۶۴)

انگریزوں کی طرف سے ملنے والی کالے پانی کی سزا کو شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے۔

ع خونی کالے پانی پھانسی دتے گئے رہن ہوئے بندے چور سنھاں توں اوئے (۶۵)

پیر و مرشد روحانی استاد کی حیثیت سے نفس اور باطن کی تربیت کرتے ہیں۔ شاعر نے پیروں کے حوالے سے مضمون اس طرح بیان کیا ہے جیسے:

ے عبدالوہاب ہے پیر وہابیاں دا پیر عارفاں شاہ جیلان ہے جی
شرع محمد ہے پیر سب موموناں دا پیر رافضیاں علی مردان ہے جی (۶۶)

ماضی میں طب کے ذریعے لوگوں کا علاج معالجہ کیا جاتا تھا۔شاعر نے دیسی نسخوں کے حوالے سے مضمون لکھتے ہوئے مختلف بیماریوں اور ان کے علاج کے بارے میں لکھا ہے جیسے:

؎ نوشادر سوہاگہ سردے گنج دا ای سرسام دارو دھنیا صندل سک ہے نی
ہڑتال ورقیہ مارے تے بوہت چنگی چوکھا دارو بلغم سل دق ہے نی (۶۷)

سائیں مولا شاہ نے خواتین کی مکاری کے بارے میں بتایا ہے جسکی خاطر مرد کبھی اپنی جان قربان کرتے ہیں، کبھی نوکر، کبھی چور اور کبھی عورت کو حاصل کرنے کے لئے جنگ کرتے ہیں جیسے:

؎ سب نوں یاد سلوک جورناں کیتا راجے بھوج رسالو نال فن ہے جی
قضیئے پائے سرکپ تے رام راجے راون سیس دتا وچ ڈن ہے جی (۶۸)

مرزا صاحباں کا قصہ رومانوی ہے پر مرزا صاحباں کے قتل ہونے کے بعد کھرلوں کا سیالوں پر حملہ دراصل ہمارا دھیان رزمیہ داستان یا وار کی طرف لے جاتا ہے جیسے:

؎ تلوار میان نہیں کردا راء راحموں سرجا پرجا میان نہ کرن کنڈے
ہاہ دا نصرہ سردول مار دا جی دکھ بھائی دے رڑ کدے سل کنڈے (۶۹)

حاصل بحث یہ ہے کہ سائیں مولا شاہ مجیٹھوی انیسویں صدی عیسوی کے قابل شاعر، عالم و فاضل ہیں۔اس قصے میں فنی فکری خوبیوں کے حوالے سے سماجی و سیاسی صورتحال کے علاوہ کردار نگاری، مکالماتی انداز، منظر نگاری، زبان و بیان، پنجاب رہتل کی تصویر کاری، مذہبی حوالے اور محاورے خوبصورتی سے بیان کیے گئے ہیں۔مقولہ شاعر کے زیرعنوان عقل و دانائی کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔قصہ مرزا صاحباں کی انہی خوبیوں کی وجہ سے ان کا نام پڑھنے والوں کے ذہن میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔

حوالہ جات

1- حفیظ احمد، ڈاکٹر، قصہ تے پنجابی قصہ، گوجرنوالہ: فروغ ادب اکادمی، مارچ 2005ء، ص 11

2- ظفر مقبول، ڈاکٹر، میاں (مترجم)؛ ست گنج آرسی نامہ مولا شاہ عرف زہرہ مشتری، لاہور: بزم مولا شاہ، 2007ء، ص 11

3- ایضاً، ص 11

4- مولا بخش کشتہ، میاں، پنجابی شاعراں دا تذکرہ، لاہور: عزیز پبلشرز، دوجی وار 1988ء، ص 313

5- ست گنج آرسی نامہ مولا شاہ عرف زہرہ مشتری، ص 11

6- ایضاً، ص 18

7- میاں ظفر مقبول، ڈاکٹر (مترجم)؛ مرزا صاحباں سائیں مولا شاہ مجیٹھوی، لاہور: بزم مولا شاہ، 2007ء، ص 21

8- زہرا معین، باغ و بہار کا تنقیدی اور کرداری مطالعہ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1985ء، ص 18

9- میاں ظفر مقبول، ڈاکٹر (مترجم)؛ مرزا صاحباں سائیں مولا شاہ مجیٹھوی، ص 301

10- https://en.m.wikipedia.org>wiki>dialouge.

11- میاں ظفر مقبول، ڈاکٹر (مترجم)؛ مرزا صاحباں سائیں مولا شاہ مجیٹھوی، ص 112

12- ایضاً، ص 113

13- ایضاً، ص 346

14- ایضاً، ص 210

15- ایضاً، ص 160

16- ایضاً، ص 248

17- ایضاً، ص312

18- ایضاً، ص209

19- ایضاً، ص253

20- ایضاً، ص191

21- ایضاً، ص255

22- ایضاً، ص305

23- ایضاً، ص137

24- ایضاً، ص313

25- ایضاً، ص320

26- ایضاً، ص357

27- ایضاً، ص321

28- ایضاً، ص358

29- ایضاً، ص121

30- ایضاً، ص330

31- ایضاً، ص312

32- ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، اصناف ادب، لاہور: سنگت پبلشرز، 2012ء، ص118

33- ایضاً، ص45

34- ایضاً، ص220

35- ایضاً، ص135

36- ایضاً،ص32

37- ایضاً،ص259

38- ایضاً،ص22

39- ایضاً،ص54

40- ایضاً،ص58

41- ایضاً،ص231

42- ایضاً،ص232

43- ایضاً،ص29

44- ایضاً،ص339

45- ایضاً،ص287

46- ایضاً،ص28

47- ایضاً،ص261

48- ایضاً،ص22

49- ایضاً،ص36

50- ایضاً،ص220

50- ایضاً،ص31

51- ایضاً،ص41

52- ایضاً،ص33

53- ایضاً،ص35

-54 ایضاً،ص157

-55 ایضاً،ص271

-56 ایضاً،ص172

-57 ایضاً،ص215

-58 ایضاً،ص222

-59 ایضاً،ص339

-60 ایضاً،ص296

-61 ایضاً،ص187

-62 ایضاً،ص292

-63 ایضاً،ص102

-64 ایضاً،ص311

-65 ایضاً،ص242

-66 ایضاً،ص289

-67 ایضاً،ص127

-68 ایضاً،ص331

-69 ایضاً،ص364